روایات معجزات کی استنادی حیثیت اور عصرِ حاضر میں ان کی تطبیقات (ایک تنقیدی مطالعہ)

Authenticity of Selected Miracles of Prophet (P.B.U.H), their implications in contemporary era.

Hafiz Fazal e Haq Haqqani
Lecturer Islamic studies, University of Swat,
fazlehaq498@gmail.com

Hafiz Moazzum Shah
Lecturer, Shariah Department
Allama Iqbal Open University Islamabad
smoazzum@gmail.com

ABSTRACT

The Holy Prophet (PBUH) has been sent by Allah to guide the humanity towards the right path.In order to establish the prophet hood of the Holy Prophet (PBUH), various miracles have been awarded to him- according to the prerequisite of the time. All these marvels have been discussed in numerous Ḥadīth and traditions of the Holy Prophet (PBUH). The present research work aims to establish the genuineness of such traditions through well settled rules of authenticity, prescribed by the classical Muslim jurists and experts of Ḥadīth sciences. In this connection, the evidences regarding the authenticity have been collected from the renowned books of authenticity. The current work also discusses the guidance and advices that can be found in such miracles of the Holy Prophet (PBUH), predominantly for the young generation. The findings show that Ḥadīth, narrating the miracles, are very much authentic in nature and, therefore, can be effectively used for the preaching of the religion of Islam.

Keywords: Miracles, Prophet, Islam, Ḥadīth, Narration

تعارف

انبیاء کرام انسانیت کے اعلی ترین مقام پر فائز ہیں۔ یہ وہ مقدس ومبارک ہستیاں ہیں، جنہیں اللہ تعالیٰ نے بذاتِ خود، تمام انسانوں میں سے منتخب فرمایا ہے، جیسے ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔ ''قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ إِنْ نَحْنُ إِلاَّ بَشَرٌ مِثْلُكُمْ وَلكِنَّ اللَّهَ يَمُنُّ عَلى مَنْ يَشاءُ مِنْ عِبادِهِ[1]''۔یعنی جب کفار یہ اعتراض کرتے ہیں کہ تم تو ہمارے جیسے انسان ہو، پھر پیغمبر کیسے بنے ؟ تو انبیاء کا جواب اثبات میں ہوتا ہے کہ واقعی ہم انسان ہی ہیں، لیکن اللہ پاک اپنے بندوں میں سے جس کو چاہیے، اسے نبوت عطاء فرما کر احسان کر دیتا ہے۔ اور بمقتضائے عقل احسان وانعام کا غیرِ بشر کے ساتھ مختص ہونا کوئی ضروری نہیں، اور نہ ہی نبوت انسانیت کے منافی چیز ہے۔ اللہ پاک اچھی طرح جانتا ہے کہ کس کو منصب نبوت پر بٹھانا ہے؟ جیسے ارشادِ ربانی ہے۔'' اللَّهُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسالَتَهُ[2]''۔ اللہ کو خوب معلوم ہے کہ کس کو نبی بنانا ہے؟ صاحبِ کشاف اس آیت کی تشریح میں فرماتے ہیں، کہ اللہ پاک نبوت کیلئے اسی کو منتخب فرماتے ہیں جو اس کا اہل ہو، اور اللہ پاک خوب جانتا ہے کہ کس کو اس منصب پر بٹھانا ہے[3]۔ اس مقدس کارواں اور قافلہ ء حق کے آخری میرِ کارواں، جنابِ محمد رسول اللہ صلي اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آپ ﷺ زمانے کے اعتبار سے آخر میں تشریف لائے، لیکن مقام ومرتبے کے لحاظ سے اول ہیں۔ عبد اللہ ابن شقیقؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ آپ کب سے نبی ہیں؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا ''میں اس وقت نبی تھا جب آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے[4]۔

نزولِ وحی سے بیشتر سرورِ کونین علیہ الصلوۃ السلام کے ساتھ کچھ نادر واقعات پیش آئے۔ مثال کے طور پر سفر شام کے موقع پر شجر وحجر نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تواضعاً سجدہ کر کے آپ ﷺ کا استقبال کیا، جس نے عینی شاہدین کو ورطہ ء حیرت میں ڈال دیا۔ چنانچہ ابو موسیٰ اشعریؓ اپنے والد سے ایک لمبی حدیث نقل فرماتے ہیں جس میں '' بحیرا راہب '' ۔نے کہا۔ کہ جب تم لوگ اس گھاٹی کی طرف سے نمودار ہوئے تو کوئی بھی شجر وحجر ایسے نہیں بچے جنہوں نے آپ ﷺ کو سجدہ نہ کیا ہو، اور یہ نبی کے علاوہ کسی کے سامنے سجدہ کرتے ہی نہیں ہیں۔ جب آپؐ بیٹھ گئے تو درخت کا سایہ آپؐ پر جھک گیا۔ سفر شام میں بمقامِ بصریٰ آپ ﷺ جس درخت کے نیچے تشریف فرما تھے اس کی تمام شاخیں آپ پر جھک آئیں، جس سے بحیرا راہب نے آپ ﷺ کے نبی ہونے کا یقین کیا[5]۔

آغازِ وحی سے قبل جب آپ ﷺ قضاء حاجت کیلئے تشریف لے جاتے، تو راستے میں ایک پتھر آپ ﷺ کو بطورِ تعظیم سلام کرتے تھے۔ جیسے حضرت جابر بن سمرۃؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ میں مکہ

کے اس پتھر کو جانتا ہوں جو قبل از نبوت مجھے سلام کرتا تھا، میں اب بھی اسے جانتا ہوں[6]۔ چونکہ دیہاتی لوگ سیدھے سادھے ہوتے ہیں اور اپنی سمجھ کے مطابق کوئی سوال پوچھتے ہیں۔ چنانچہ ایک دیہاتی آکر آپ ﷺ سے کہتا ہے کہ مجھے اپنی نبوت کی کوئی نشانی دکھاؤ، تاکہ اسے دیکھ کر میرا دل تسلیم کرے۔ آپ ﷺ سامنے کھجور کے خوشے کو بلاتے ہیں، تو وہ بسر و چشم اتر آتا ہے۔ اور پھر آپ ﷺ کے کہنے پر واپس چلا جاتا ہے۔ روایت حسبِ ذیل ہے۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک دیہاتی آپ ﷺ کے پاس آیا اور پوچھا کہ مجھے کیسے معلوم ہو گا کہ آپ نبی ہیں؟۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ اگر میں اس کھجور کے اس خوشے کو بلاؤں تو یہ میرے پیغمبر ہونے کہ گواہی دے گا۔ پھر آپؐ نے اسے بلایا تو وہ کھجور سے نیچے اتر کر زمین پہ آیا، پھر آپ ﷺ نے اسے واپس جانے کا کہا تو وہ چلا گیا، پس دیہاتی نے اسلام قبول کر لیا[7]۔

معجزہ کی تعریف

معجزہ سے مراد وہ عجیب کام جو نبی کے ہاتھ نبوت ملنے کے بعد، عام عادت کے خلاف صادر ہوں اور ان کیلئے دعوے اور چیلنج کا بھی اختیار ہو، معجزہ کہلاتا ہے۔ البتہ قبلِ نبوت نبی کے ہاتھ ایسے عجائبات کے ظہور کو "ارہاص" یعنی عجوبہ کہا جاتا ہے[8]۔

کیونکہ ان میں سائلین کے مطالبات کا بھرپور جواب ملتا ہے۔ ساتھ ہی اس قدر موثر ہیں کہ لوگ باطل کا طوق اپنے گردن سے ہٹا کر حلقہ بگوشِ اسلام ہو جاتے ہیں۔ مزید بر آں ان واقعات کا ظہور عجائبات سے کم نہیں، لیکن کچھ بد قسمت لوگ جن کے مقدر میں ہدایت نہیں تھی، انہوں نے شانِ رسالت کا انکار کیا ہے۔ حالانکہ ان واقعات کی وجہ سے من جانب اللہ ان پر اتمامِ حجت ہو چکا ہے۔ کیونکہ عام طور پر ایسے واقعات نہیں پیش آتے۔ اگرچہ جمادات کا تسبیح پڑھنا نصِ قرآنی سے ثابت ہے، جیسے ارشادِ باری ہے۔ "تُسَبِّحُ لَهُ السَّمَاوَاتُ السَّبْعُ وَالْأَرْضُ وَمَنْ فِيهِنَّ وَإِنْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ وَلَكِنْ لَا تَفْقَهُونَ تَسْبِيحَهُمْ إِنَّهُ كَانَ حَلِيمًا غَفُورًا[9] "۔ اس آیت کی تشریح میں امام طبریؒ فرماتے ہیں یعنی اے مشرکو۔ اللہ پاک کی جو صفات تم بیان کرتے ہو، ان سے جن و انس اور ساتوں آسمان و زمین، اور جو کچھ ان میں ہیں، (تسبیح بیان کرتے ہوئے) بزبان حال یا بزبان قال اللہ کو مبرّا قرار دیتے ہیں۔ اور تم اس کی نعمتوں اور احسانات کے باوجود اس پر جھوٹ گھڑتے ہو، بلکہ ایسی کوئی چیز نہیں جو اس کی تسبیح بیان نہ کرتی ہو، لیکن تم لوگ اس کی تسبیح سمجھتے نہیں ہو، سوائے اس کے جو تمہاری زبانوں کی طرح تسبیح بیان کرتے ہوں۔ بے شک وہ بڑا بردبار اور بخشنے والا ہے[10]۔ لیکن ان جمادات کا مخلوق کو سلام کرنا اور اس کے سامنے جھکنا خلافِ

معمول ہے، جس کے پیچھے ایک فلسفہ کار فرما ہے۔ نیز ان واقعات کا اشاعتِ اسلام میں بہت بڑا کردار ہے، جن کی وجہ سے لوگ سوچنے پر مجبور ہوئے کہ جمادات کا حرکت میں آنا اور تکلم و سجدہ کے انداز میں آپ ﷺ کا استقبال کرنا واقعی معنٰی خیز ہے، جسکی کئی وجوہات ہو سکتی ہیں۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ ساری مخلوق خالق کے سامنے اس لئے سجدہ ریز ہوتی اور اس کی تسبیح بیان کرتی ہے کہ وہ ان کا حقیقی خالق و مالک ہے، اور خالق کا شکر ادا کرنے کا بہترین طریقہ سجدہ کرنا ہے۔ لیکن یہاں چشمِ فلک نے ایک عجیب منظر دیکھا، کہ مخلوق بطورِ تعظیم مخلوق کے سامنے سر جھکائے ہوئے ہے۔ یہ غیر معمولی واقعات و غیر رسمی حرکات اس ذاتِ عالی مقام کی قربتِ خداوندی کیلئے پیشِ خیمہ ثابت ہوئیں۔ دو سری وجہ یہ ہے کہ اللہ پاک نے ہر نبی کو وقت کے تقاضا کے مطابق معجزہ عطا کیا ہوا ہے، چنانچہ جس نبی کے زمانے میں جس فن، علم یا کسی اور چیز کا چرچا ہوتا، اللہ پاک اسی کے توڑ کیلئے معجزہ عطا فرماتے تھے۔ تاکہ ان لوگوں پر حجت مکمل ہو جائے۔ چنانچہ آپ ﷺ کو بھی انہی وجوہات کی بنا پر ایسے ہی مناسب معجزات عطا کئے گئے۔

موضوع کی ضرورت واہمیت

فہمِ سیرت کی ضرورت واہمیت ہر گزرتے دن کے ساتھ بڑھتی جارہی ہے، کیونکہ سیرت کی روشنی میں نت نئے مسائل پر جتنی تحقیقات ہوتی ہیں اتنی ہی زمانے کی مشکلات کی گرہیں سلجھتی ہیں۔ چنانچہ اس موضوع پر اردو میں ایسا کوئی تحقیقی کام ابھی تک سامنے نہیں آیا جن میں ان سب واقعات کو یکجا کیا گیا ہو۔ زیرِ نظر مضمون میں ایک سعی کی گئی ہے کہ ان سارے واقعات کو یا کم از کم مشہور واقعات کو ایک ساتھ ذکر کیا جائے، پھر ان روایات کی استنادی حیثیت کو پرکھا جائے۔ نیز ان کا اشاعتِ اسلام میں مسلمہ کردار کو اجاگر کیا جائے جائے، تاکہ عامۃ المسلمین کے سامنے چھپے دروس و عبر سامنے آجائیں، اور ان حالات کی مکمل تحقیق کی جائے، تاکہ اس کے فوائد سے پوری امت مستفید ہو جائے۔ اور خصوصا نئی نسل کے دل آقائے دوجہاں کی لازوال محبت سے مزید سرشار ہو جائیں۔

اس مضمون میں معجزات نبی ﷺ سے متعلق روایات ذکر کر کے طے شدہ خطوط پر ان کا جائزہ لیا گیا ہے، تاکہ اس موضوع سے متعلق چیدہ چیدہ واقعات کو یکجا کیا جائے، ان کی استنادی حیثیت کو پرکھا جائے، اور سیرت پاک ﷺ کے انمول موتی (جو ہمارے لئے اسوہ حسنہ ہیں) ہم پر آشکارا ہو جائیں، اور ہم علٰی وجہ البصیرۃ عمل کرنے کے قابل بن جائیں۔ اس سعی کے دوران سیرتِ پاک ؐ کے ذیل میں پنہاں بیش بہا، دروس و عبر بھی سامنے آئیں۔ اور ممکن ہے بہت ساری روایات جو ہماری علمی کم مایہ گی اور بے بضاعتی کی وجہ سے رہ گئی ہوں، کسی علمی شخصیت کیلئے دعوتِ تحقیق کی بنیاد بن جائیں۔

اس تحقیق کے دوران مصادرِ اصلیہ کو بنیاد بنایا گیا ہے۔ آیاتِ قرآن کریم کے ترجمہ و تشریح کیلئے مشہور تفاسیر جیسے "الکشاف" "الطبری" اور "روح المعانی" کی طرف مراجعت کی گئ ہے۔ احادیث کی کتب میں صحاح ستہ میں سے بخاری شریف، مسلم شریف، سنن ترمذی، مصنف ابن ابی شیبہ کو مدنظر رکھا ہے۔ جبکہ کسی حدیث کی تشریح کیلئے فتح الباری، عمدۃ القاری، شرح النووی علی مسلم شریف، عرف الشذی اور تحفۃ الاحوذی کی مدد لی ہے۔ علاوہ ازیں انہی فنون میں دیگر "امہات کتب" سے بھی استفادہ کیا گیا ہے، جبکہ دروس و عبر کیلئے علماءِ عصر کی جدید کتب سے حصولِ فیض میں حتی الوسع عرق ریزی کی گئی ہے، تاکہ قدیم و جدید کا ایک حسین امتزاج قارئینِ کرام کے گوش گزار کیا جاسکے۔

انبیاء کا فطری طریقہ انتخاب

نبوت ورسالت، خاندانی شرافت یا قوم کی سرداری اور مالداری یا کمالات کے ذریعے حاصل نہیں کی جاسکتی، بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی خلافت کا ایک عہدہ اور خالص عطائے حق ہے، وہ جسے چاہتا ہے، عطا فرمادیتا ہے۔ حدیث پاک میں ارشاد ہے۔" عَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الأَسْقَعِ،قَالَ:قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:«إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَى مِنْ وَلَدِ إِبْرَاهِيمَ،إِسْمَاعِيلَ---،وَاصْطَفَانِي مِنْ بَنِي هَاشِمٍ[11]"۔ یعنی رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کی اولاد سے اسماعیل علیہ السلام کو چنا، اولادِ اسماعیلؑ سے بنو کنانہ کو، بنو کنانہ سے قریش، قریش سے بنو ہاشم اور بنو ہاشم سے مجھے منتخب فرمایا۔ ایسے ہی یہ کوئی کسبی چیز بھی نہیں جسے علمی و عملی کمالات یا مجاہدہ مستمرہ و ریاضت کے ذریعے حاصل کیا جاسکے۔ البتہ یہ ضروری ہے کہ جس بندے کو اللہ پاک کے علم میں یہ مقام و مرتبہ دینا منظور ہو، اس کو شروع ہی سے اس قابل بنا کر پیدا کیا جاتا ہے اور اس کے اخلاق و تربیت کی بارگاہ خداوندی سے خاص تربیت کا اہتمام کیا۔

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا نبوت کیلئے کسی مخصوص صفت کا ہونا ضروری ہے؟ چنانچہ اس بارے میں دو مشہور آراء ہیں۔ امام رازیؒ فرماتے ہیں۔ حکماء اسلام کے یہاں جب تک انسان کی ذات و بدن میں مخصوص صفات نہ ہوں تو عقلی طور پر نبی بننا، ناممکن ہے۔ جبکہ اہل ظوہر کے یہاں، ذاتِ انسان میں حصولِ نبوت کیلئے کسی قوتِ قدسی کی ضرورت نہیں، کیونکہ اللہ پاک نے خود ارشاد فرمایا ہے کہ میں جس پر احسان کرنا چاہتا ہوں اسے نبی بنا دیتا ہوں۔ حکماء اس کا جواب یہ دیتے ہیں، کہ اللہ پاک نے تواضعاً ان کے فضائلِ نفسانیہ کا ذکر نہیں کیا، اسلئے کہ ان کا وجود پہلے سے پایا جاتا ہے، کیونکہ اللہ ان خصائص والوں کو ہی منتخب فرماتے ہیں۔ چنانچہ اللہ کی تقسیم پر اعتراض

کرنا بے معنٰی ہے۔وہ جیسے چاہتاہے ویسے کر دیتا ہے، کیونکہ اس کا علم کامل و اکمل ہے۔اس لئے اللہ نے دنیاوی نعمتیں بھی خالص اپنی حکمت کی بناء پر تقسیم کی ہیں: کسی کو شاہ، کسی کو گدا، کسی کو امیر، کسی کو غریب بنایا ہے، تو عقل کا تقاضا ہے کہ نبوت جیسی عظیم نعمت اسی کو ملے گی جو انسانوں میں سب سے عظیم ہو۔ امام طبریؒ فرماتے ہیں، کہ بعض مشرکین نے کہا کہ معاذ اللہ یہ قرآن سحر ہے۔کیونکہ اگر واقعی یہ سچا کلام ہوتا تو مکہ یا طائف کے کسی عظیم انسان پر کیوں نہیں اتارا گیا؟ کہ خاکم بدہن ایک یتیم پر اترا ہے؟ چنانچہ مشرکین نے اعتراض کیا اور یوں کہا۔''وَقَالُوا لَوْلَانُزِّلَ هَذَاالْقُرْآنُ عَلَى رَجُلٍ مِنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيمٍ[12] ''۔یعنی انہوں نے کہا کہ یہ قرآن ان دو عظیم بستیوں (مکہ و طائف) میں سے کسی عظیم انسان پہ کیوں نہیں اتارا گیا؟ رجل عظیم کی تعیین میں کچھ تفصیل ہے۔ اہل مکہ ولید بن مغیرہ مخزومی اور اہل طائف حبیب بن عمرو بن عمیر ثقفی کا نام لیتے تھے جبکہ بعض علماء اہل مکہ میں بالترتیب عتبہ بن ربیعہ اور اہلِ طائف میں عبدِ یالیل یا مسعود ثقفی کا نام پیش کرتے تھے۔ تو اللہ پاک نے جواب دیا''أَهُمْ يَقْسِمُونَ رَحْمَتَ رَبِّكَ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَعِيشَتَهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِمَّا يَجْمَعُونَ[13] ''۔یعنی آیا یہ معترضین اللہ کی رحمت اس کی مخلوق کے درمیان تقسیم کرتے ہیں کہ جس کو وہ چاہیں کرامت اور فضیلت دیں، یا پھر رب اسے تقسیم کرتا ہے کہ جسے پسند کرے اسے عطا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے محروم کر دیتا ہے۔

چند معجزات نبوی کا تعارف

آپ ﷺ کے ساتھ لڑکپن ہی میں کچھ واقعات ایسے پیش آئے، جنہیں دیکھ کر لوگوں نے یہ یقین کیا کہ یہ بچہ کوئی غیر معمولی انسان ہے۔دراصل آپ ﷺ نے ایک عظیم دعوٰی کیا کہ میں خدا کی طرف سے آیا ہوں اور ایک کتاب اور دعوٰی ساتھ لایا ہوں۔ان دعووں کے دلائل میں آپ ﷺ کو وہ عجیب چیزیں دی گئیں کہ دنیا میں کوئی بھی مخلوق کر کے نہیں دکھلا سکتی، وہ نبی کے ہاتھ پر ظاہر ہوئیں۔ اسی کو معجزہ کہتے ہیں، کہ عادت کے خلاف وہ باتیں دکھلانا کہ دنیا ان کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہو، اور یہ من جانب اللہ ہونے کی دلیل ہوتی ہے۔کیونکہ عام انسان کے اندر یہ خصوصیات نہیں ہوتیں کہ اس کے اوپر بادل سایہ کرتا پھرے، یا پتھر سلام کرے۔یہ واقعات حسب ذیل ہیں۔

1۔ ۱۲ سال کی عمر میں آپ ﷺ اپنے چچا ابو طالب کے ساتھ بغرض تجارت سفر شام پر روانہ ہوتے ہیں، راستے میں عیسائیوں کے پیشوا ''بحیرا راہب'' آپ ﷺ کو دیکھ کر پہچان لیتے ہیں، کیونکہ درخت کی شاخیں آپ پر جھکتی

ہیں اور ساتھ ہی بائیں شانے کے نیچے مہرِ نبوت کو دیکھ کر ان کا یقین اور پختہ ہو جاتا ہے، لہٰذا وہ ان کو شام جانے سے منع کرتے ہیں۔ گویا یہ واقعہ آپ ﷺ کے ساتھ لڑکپن میں پیش آیا، جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ابو طالب اور ان کے ساتھ موجود سارے لوگ اس واقعے کے عینی شاہدین تھے، اور ابو طالب تو بذاتِ خود آپ ﷺ کی حقانیت کا معترف بھی تھا جیسے ان کے اشعار معروف ہیں۔

یعنی میں جانتا ہوں کہ محمد ﷺ کا دین سارے ادیان سے بہتر ہے۔ مجھے ملامت یا گالی دیے جانے کا خوف نہ ہوتا، تو آپ مجھے اس کا ماننے والا پاتے۔ چنانچہ امام ترمذیؒ ابو موسیٰ اشعریؓ اور وہ اپنے والد سے حدیث نقل فرماتے ہیں "محمد ﷺ اور ابو طالب اہل قریش کے ساتھ سفر شام پر روانہ ہوئے۔ جب وہ "بحیرا راہب" کے علاقہ بصریٰ میں ٹھہرنے لگے تو وہ ان سے ملنے آیا، حالانکہ وہ اس سے پہلے بھی وہاں ٹھہرتے تھے، لیکن راہب کبھی ملنے نہیں آیا تھا۔ راہب نے آپ ﷺ کا ہاتھ پکڑ کر کہا "یہ بچہ ساری مخلوقات کا سردار اور اللہ کا پیغمبر ہے، جسے اللہ نے عالم کیلئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ لوگوں نے پوچھا۔ آپ کو کیسے پتہ چلا؟ اس نے کہا۔ جب تم اس گھاٹی سے نمودار ہوئے تو سارے شجر و حجر بطورِ تواضع سجدے میں گر چکے تھے، اور یہ نبی کے علاوہ کسی کو سجدہ تعظیمی نہیں کرتے۔ مزید برآں راہب نے کہا۔ میں نے ان کے بائیں شانے کے نیچے سیب جتنا مہر نبوت کے ذریعے بھی پہچان لیا ہے۔ جب وہ راہب ان کیلئے کھانا پیش کرنے لگا تو دیکھا کہ درخت آپ ﷺ پر سایہ کرنے کیلئے جھک گیا۔ اس کے بعد وہ راہب کہنے لگا کہ ان کو "روم" مت لے جاؤ ورنہ وہ پہچان کر ان کو مار ڈالیں گے۔ اسی دوران کچھ رومی اس امر کی تلاش میں ادھر نکل آئے۔ اس راہب نے ان سے کہا کہ اگر اللہ کوئی کام کرنا چاہیں تو کوئی روک سکتا ہے؟ تو انہوں نے کہا نہیں۔ پس ان سب نے آپ ﷺ کے ہاتھ بیعت کی اور ٹھہر گئے۔ اس کے بعد ابو بکرؓ نے آپ کو مکہ واپس بھیج دیا[14]۔ یہ واقعہ عجائبات میں سے شمار ہوتا ہے۔ اس واقعہ سے یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ آپ ﷺ کے بارے میں سابقہ کتب میں بہت ساری نشانیاں پائی جاتی تھیں اور عیسائی و یہودی علماء ان نشانیوں کے ذریعے آپ ﷺ کو ایسے جانتے تھے، جیسے اپنے بیٹوں کو جانتے تھے۔ جس کے بارے میں خود قرآن کریم میں ارشاد ربانی ہے۔ "الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ أَبْنَاءَهُمْ وَإِنَّ فَرِيقًا مِنْهُمْ لَيَكْتُمُونَ الْحَقَّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ[15]"۔ یعنی جن لوگوں کو ہم نے کتاب عطاء کی ہے وہ آپ کو ایسے جانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو جانتے ہیں، اور ان میں سے ایک گروہ جان بوجھ کر حق کو چھپاتے ہیں۔

۲۔ آپ ﷺ کی محبت اور الفت صرف انسانوں تک ہی محدود نہیں تھی، بلکہ جمادات بھی آپؐ کی محبت سے سرشار تھے۔ چنانچہ آپؐ نے جہاں جہاں وقت گزارا ہے، چلے، پھرے ہیں، اٹھے، بیٹھے ہیں ان اشیاء نے آپ ﷺ کی

ذاتِ عالی سے استفادہ کیا اور ان سے دوری کو اپنے لئے بد قسمتی سمجھی۔ اسی طرح ایک بے جان کھجور کا تنا جس پر بیٹھ کر آپ ﷺ خطبہ دیا کرتے تھے، آپ ﷺ کی مفارقت کی وجہ سے روتا ہے، کیونکہ وہ اس فیض واستفادے سے محروم ہوا جو آپ ﷺ کی ذاتِ عالی کی وجہ سے اسے نصیب تھا۔ چنانچہ وہ اس ہجر کو مزید برداشت نہیں کر سکا اور یوں گویا ہوا کہ رسولِ اکرم ﷺ نے اس کو تسلی دی اور اس کی اشک شوئی فرمائی۔ روایت پیشِ خدمت ہے۔

''عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَ إِلَى لِزْقِ جِذْعٍ --- فَسَكَتَ[16]''۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کھجور کے ایک تنے کے ساتھ ٹیک لگا کر خطبہ دیا کرتے تھے۔ جس سے لوگوں نے ان کیلئے منبر بنایا تھا۔ پس آپ ﷺ اس پر بیٹھ کہ خطبہ دے رہے تھے کہ وہ تنا ایسا رونے لگا جیسے اونٹنی روتی ہے، پس آپ ﷺ اترے اس کو چھونے لگے تو وہ خاموش ہوا۔

۳۔ سردارانِ قریش ولید بن مغیرہ، ابو جہل بن ہشام اور عاص بن وائل وغیرہ نے وفد کی صورت میں آپ ﷺ سے مطالبہ کیا کہ معاذ اللہ آپ اگر سچے نبی ہیں تو چاند کو ہمارے سامنے دو ٹکڑے کر کے دکھا دیں۔ پس آپ ﷺ نے اللہ پاک سے دعا کی تو اس نے چاند کے دو ٹکڑے کر دئے۔ لیکن وہ ایمان پھر بھی نہیں لائے، بلکہ آپ ﷺ کو معاذاللہ ایک جادوگر قرار دیا۔ ان خلاف عادت ظاہر ہونے والے کاموں میں ایک عظیم معجزہ ''انشقاقِ قمر'' یعنی چاند کے دو ٹکڑے ہونے کا ہے۔ حدیث ذیل میں منقول ہے۔'' عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، أَنَّ أَهْلَ مَكَّةَ سَأَلُوا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُرِيَهُمْ آيَةً، فَأَرَاهُمُ القَمَرَ شِقَّتَيْنِ، حَتَّى رَأَوْا حِرَاءً بَيْنَهُمَا[17]''۔ حضرت انس بن مالکؓ ارشاد فرماتے ہیں کہ اہلِ مکہ نے آپ ﷺ سے کہا کہ وہ ان کو کوئی نشانی دکھادیں۔ پس آپ ﷺ نے ان کو چاند کے دو ٹکڑے کر کے دکھائے۔ یہاں تک کہ انہوں نے جبلِ حراء کے دونوں اطراف میں دو ٹکڑے دیکھے۔

بلاشبہ یہ واقعہ تاریخِ کائنات کا ایک عجیب واقعہ ہے۔ علامہ ابن کثیرؒ اس واقعہ کی تفصیل بتاتے ہوئے فرماتے ہیں۔ اس واقعہ کے آپ ﷺ کے زمانے میں وقوع پذیر ہونے پر پوری امت کا اجماع ہے۔

اور یہی '' اقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ[18] '' کا شانِ نزول ہے۔ اس کے متعلق احادیثِ متواترہ مختلف طرق سے وارد ہوئی ہیں جو قطعیت اور یقین کا فائدہ دیتی ہیں۔ یہ رات کا وقت تھا اور چودھویں کا چاند تھا۔ جب چاند دو ٹکڑے ہوا تو ایک ابو قبیس پہاڑی پر اور دوسرا قیقعان کے اوپر چلا گیا۔ مشرکین نے دیکھ کر کہا کہ معاذ اللہ آپ ﷺ نے ہمارے اوپر جادو کیا ہے۔ اور ایمان پھر بھی نہیں لائے، اس واقعہ کا مشاہدہ بعض بلادِ ہند میں بھی کیا گیا ہے، اور تاریخ ہند میں اس رات کو انشقاقِ قمر کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ اس معجزہ کی رو سے یہ معلوم ہوا کہ چاند جو دنیا

سے بہت دور ہے، وہ بھی آپ ﷺ کے کہنے سے دو ٹکڑوں میں تقسیم ہوتا ہے، کیونکہ آپ ﷺ تو پورے عالم کے نبی ہیں۔

۴۔ ایک اور معجزہ آپ ﷺ کا قحط سالی میں بارش کی دعا مانگنا ہے۔ یہ قحط سالی بہت زیادہ ہو چکی تھی، لوگ پانی کیلئے ترس گئے تھے۔ مویشی ہلاک ہونے لگی تھی۔ اور لوگ پریشان حال تھے۔ چنانچہ جمعہ کا دن تھا، آپ ﷺ منبر پر خطبہ دے رہے تھے کہ ایک آدمی آیا اور کہا۔ یارسول اللہ مویشی ساری ہلاک ہوگئی اور راستے بھی منقطع ہوگئے۔ اللہ پاک سے دعا کیجئے کہ بارش برسادے۔ پس آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ مبارک اٹھائے اور دعا مانگی کہ اے اللہ ہم پر بارش برسا، تین دفعہ یہ الفاظ کہے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم اس سے پہلے آسمان پر کوئی بادل نہیں تھے، پھر اچانک بادل آگئے اور اگلے جمعہ تک مسلسل بارش ہوئی۔ چنانچہ اگلے جمعہ کو اسی دروازے سے ایک اور آدمی داخل ہو کر کہنے لگا۔ یارسول اللہ۔ ساری مویشی ہلاک ہوگئ اور راستے سارے منقطع ہوگئے، لہٰذا اللہ پاک سے دعا فرمادیجئے کہ بارش روک دے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے دعا فرمائی تو بارش روک گئی اور ہم سورج میں چلنے لگے۔ حدیث درج ذیل ہے۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں۔

''عن أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ، يَذْكُرُ أَنَّ رَجُلًا دَخَلَ يَوْمَ الجُمُعَةِ مِنْ بَابٍ كَانَ وِجَاهَ المِنْبَرِ، ----''[19]۔ یہ بھی ایک ایسا معجزہ تھا جسے سارے لوگوں نے دیکھا کہ صاف وشفاف آسمان پر اچانک بادل آئے اور موسلادھار بارش شروع ہوگئی، اور پھر ہفتہ بھر اتنی تسلسل کے ساتھ جاری رہی کہ بقولِ انسؓ لوگوں نے سورج نہیں دیکھا۔ پھر آپ ﷺ سے دعاء کی گزارش کی کہ اب بند ہو جائے۔ آپ ﷺ نے دعا فرمائی تو وہ بند ہوگئی۔

آپ ﷺ کے من جملہ معجزات میں سے اشیاء خورد ونوش کا زیادہ ہونا ہے۔ شدید پیاس کی حالت میں آپ ﷺ نے ایک مشکیزے کے منہ پر ہاتھ پھیرا تو وہ پانی پوری جماعت کیلئے کافی ہوا، جو برکت کا نتیجہ ہے۔ جس کا مفہوم یہ ہے کہ تھوڑی چیز سے ساری انسانی ضروریات پوری ہو جائیں۔ روایت حسب ذیل ہے۔

----''فَأَمَرَ بِمَزَادَتَيْهَا، فَمَسَحَ فِي العَزْلَاوَيْنِ، فَشَرِبْنَا عِطَاشًا أَرْبَعِينَ رَجُلًا --- فَأَسْلَمَتْ وَأَسْلَمُوا''[20]۔

آپ ﷺ دورانِ غزوہ حدیبیہ شدید پیاس کی حالت میں ساتھیوں کو پانی کی تلاش کیلئے بھیج دیتے ہیں وہ تلاشِ بسیار کے بعد ایک عورت کے پاس پانی کے دو مشکیزے دیکھتے ہیں۔ پھر آپ ﷺ ان کے منہ پر ہاتھ پھیرتے ہیں تو اس سے چالیس آدمی پی کر سیراب ہوتے ہیں، اور اس کا اس عورت پر اتنا زیادہ اثر ہوتا ہے کہ وہ اور اس کا سارا قبیلہ اسلام قبول کرتا ہے۔ حدیثِ پاک ذیل میں ہے۔ آپ ﷺ کے حکم سے دونوں مشکیزوں کو اتارا گیا اور

آپ ﷺ نے مشکیزوں کے منہ پر دست مبارک پھیرا۔ ہم چالیس آدمیوں نے پیاس کی حالت میں خوب پیا، یہاں تک کہ ہم سیر اب ہوگئے، پھر ہم نے اپنے مشکیزے اور برتن بھر لئے، صرف ہم نے اونٹوں کو نہیں پلایا، اس کے باوجود وہ مشکیزے اتنی بھری ہوئی تھیں کہ بہنے کی قریب تھیں۔ پھر آپ ﷺ نے ہم سے کہا۔ تمہارے پاس کھانے کیلئے جو کچھ ہے، سامنے لے آؤ۔ چنانچہ اس عورت کیلئے ٹکڑے اور کھجوریں جمع کر دی گئیں تاکہ وہ اپنے بچوں کو دے[21]۔ جب وہ اپنے گھر والوں کے پاس آئی تو کہنے لگی میں ایک ایسے شخص سے مل کر آئی ہوں کہ جو سب سے بڑھ کر جادوگر ہے یا وہ نبی ہے جیسے لوگوں کا خیال ہے۔ آخر اللہ پاک نے اس عورت کی وجہ سے سارے قبیلے کو ہدایت دی چنانچہ وہ خود بھی مسلمان ہوئی اور سارے قبیلے والے بھی مسلمان ہوگئے۔

اسی طرح تھوڑے سے پانی سے ہزاروں لوگوں کا پی کر سیر اب ہونا اور وضوء کرنا، ایک کھلا معجزہ ہے، جیسے آپ ﷺ ان مشکیزوں کے منہ پر دستِ مبارک پھیرتے ہیں تو آپ ﷺ کی مبارک انگلیوں کے بابرکت پوروں سے ایسا پانی جاری ہوتا ہے جیسے چشمہ سے جاری ہوتا ہے۔ اور چودہ یا پندرہ سو صحابہ پانی پیتے اور وضوء فرماتے ہیں۔ اور بقولِ عمران بن حصینؓ اگر لاکھ صحابہ بھی ہوتے تو ان کیلئے کافی ہوتا۔ روایت ذیل میں ہے۔

''فَوَضَعَ يَدَهُ فِي الرَّكْوَةِ، --- قَالُوا: لَيْسَ عِنْدَنَا مَاءٌ نَتَوَضَّأُ[22]...''۔

۵۔ جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما ارشاد فرماتے ہیں کہ لوگوں کو حدیبیہ والے دن سخت پیاس لگی تھی جبکہ آپ ﷺ کے سامنے چھوٹا سا مشکیزہ پڑا ہوا تھا، پس آپ ﷺ نے اس سے وضوء فرمایا اس دوران لوگ آپ ﷺ کے پاس آئے اور پانی کی طرف لپکنے لگے۔ آپ ﷺ نے پوچھا، آپ لوگوں کو کیا ہوا؟ انہوں نے کہا، نہ تو ہمارے پاس وضوء کیلئے پانی ہے اور نہ ہی پینے کیلئے، مگر یہ جو آپ کے سامنے پڑا ہوا ہے۔ پس آپ نے اپنا ہاتھ مشکیزے میں ڈال دیا، تو پانی ان کی انگلیوں سے بہنے لگا، جیسے چشمے کا پانی ہو، پس ہم سب نے پانی پیا اور وضوء کیا۔ میں نے کہا: تم کتنے تھے؟ اس نے کہا اگر ہم ایک لاکھ بھی ہوتے تو وہ ہمارے لئے کافی ہوتا، ہم پندرہ سو تھے۔ اس حدیث سے واضح طور پر ثابت ہوا کہ ایک مشکیزے کے پانی میں ہاتھ مبارک ڈالنے سے اتنی برکت پیدا ہوگئی کہ ہزاروں لوگ جی بھر کہ پیتے ہیں اور وضوء کرتے ہیں لیکن اس میں ذرہ برابر کمی نہیں آتی۔

یہ ساری چیزیں خلاف، عادت تھیں۔ ان افعال کو دیکھ کر دلوں نے یقین کیا کہ یہ بے شک خدا کی طرف سے بھیجا ہوا ہے۔ اس دل نے اسے مانا جس میں تسلیم و رضا موجود تھی، اور اس دل نے نہ مانا جس میں دشمنی اور انکار کا جذبہ پیدا ہوا، مگر یہ ضرور تسلیم کیا کہ کوئی غیر معمولی چیز ہے جو خدا کی طرف سے ہے۔ اس قسم کے سینکڑوں

واقعات سے کتبِ حدیث بھرے پڑے ہیں لیکن ان سب کی تحریر کیلئے کئی کتب بھی ناکافی ہیں۔ یہاں ہم اپنی تہی دامنی، اور موضوع کی ساخت کی تنگ دامنی کی وجہ سے ان چند واقعات پر ہی اکتفاء کرتے ہیں۔

روایات کی استنادی حیثیت

آپ ﷺ کائنات میں سب سے پہلے نہ صرف پیدا کئے گئے بلکہ آپ کو نبوت کی دولت سے بھی نوازا گیا۔ اگرچہ آپ ﷺ کو سارے انبیاء کے بعد "خاتم النبیین" بنا کر بھیجا گیا، لیکن آپ کی تقرری سب سے پہلے کر دی گئی تھی۔ اسی بات کو سوال وجواب کے پیرائے میں حدیث کے اندر یوں بیان کیا گیا ہے۔۔ ا۔ ''عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَقِيقٍ، '' أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَتَى كُنْتَ نَبِيًّا؟ قَالَ: كُنْتُ نَبِيًّا وَآدَمُ بَيْنَ الرُّوحِ وَالْجَسَدِ[23] ''۔ حدیث بالا میں آپ ﷺ کی فضیلت بیان کی گئی ہے کہ وہ تمام انبیاء کرام کی پیدائش بلکہ ابو البشر آدم علیہ السلام کی روح ابھی تک جسم میں داخل نہیں ہوئی تھی اس وقت منصب نبوت پر فائز تھے۔ چنانچہ اسی حدیث کو امام احمدؒ، بغویؒ، اور ابن سکنؒ نے نقل کی ہے۔ اسی طرح امام بخاریؒ نے اپنی تاریخ میں ذکر کی ہے۔ امام حاکمؒ نے اس کی تصحیح فرمائی ہے۔ امام ترمذیؒ نے " متى كنت او كنت نبيا" کے ساتھ نقل فرما کر اس کو حسن اور صحیح کہا ہے۔ صحیح ابن حبان اور صحیح حاکم میں عرباض بن ساریہؓ سے مرفوعا منقول ہے "إني عند الله لمكتوب خاتم النبيين، وإن آدم لمنجدل في طينته'' کے ساتھ منقول ہے۔ امام احمد و دارمی نے اپنے مسند میں جبکہ ابو نعیمؒ اور طبرانیؒ نے ابن عباسؓ کے طریق سے نقل کیا ہے کہ" قيل يا رسول متى كتبت نبيا؟ قال: وآدم بين الروح والجسد'' کے ساتھ نقل کیا ہے۔ امام بزارؒ نے اپنے مسند میں بھی اسے نقل کیا ہے لیکن اس کے اسناد میں جابر الجعفی اور قیس بن ربیع ہے، جو کہ دونوں ضعیف ہیں۔ امامِ سخاویؒ فرماتے ہیں" ان الفاظ کے ساتھ ''كنت نبيا وآدم بين الماء والطين" جو زبانِ زد عام وخاص مشہور ہے، ہمیں نہیں ملی، چہ جائیکہ " وكنت نبيا ولا آدم ولا ماء ولا طين" والی زیادتی کے ساتھ ہو۔ ہمارے شیخ نے اس زیادتی کے بارے میں کہا ہے کہ یہ ضعیف ہے جبکہ اس کے علاوہ ما قبل والی حدیث قوی ہے[24]۔

یہی ابنِ حجرؒ نے بھی فرمایا ہے[25]"۔ امام زرکشیؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی اس لفظ کے ساتھ کوئی اصل نہیں، امام سیوطیؒ نے درر میں یہ کہا ہے کہ عوام نے "ولا آدم ولا ماء ولا طین" کا اضافہ کیا ہے جس کی کوئی اصل نہیں ہے[26]۔

پس معلوم ہوا کہ '' كنت نبيا وآدم بين الروح والجسد'' والی حدیث صحیح ہے جبکہ اسی کے ہم معنٰی الفاظ ''كنت نيا وآدم بين الماء والطين" لوگوں کا اضافہ ہے جسکی کوئی اصل نہیں۔ فرمانِ نبوی علیہ السلام ہے کہ میں

باعتبارِ خلقت سب سے مقدم ہوں اور باعتبار بعثت سب سے موخر ہوں۔ چنانچہ آپ ﷺ کی روح سب سے پہلے پیدا کی گئی اور ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء میں سے آخری نبی بنا کر بھیجے گئے۔ حدیث پاک میں موجود ہے۔

۲۔ ''كُنْتُ أَوَّلَ النَّبِيِّينَ فِي الْخَلْقِ، وَآخِرَهُمْ فِي الْبَعْثِ[27] ''آپ ﷺ اس قسم کے جملے بطور فخر نہیں بلکہ بطورِ شکر کہا کرتے تھے۔ یہ کوئی اظہارِ تفاخر نہیں تھا بلکہ اظہارِ شکر ہوا کرتا تھا۔ چنانچہ بعض مواقع پر آپ ﷺ نے ''ولا فخر'' کے الفاظ بھی کہے ہیں۔ اس حدیث کو ابو نعیم نے دلائل میں، ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں، ابن لالؒ نے اور اسی طریق پر الدیلمیؒ نے نقل کی ہے۔ ان سب نے سعید بن بشیر عن قتادہ عن الحسن عن ابی ھریرۃ سے مرفوعاً نقل کی ہے[28]۔

آپ ﷺ چونکہ رحمۃ للعالمین ہیں۔ اور آپؐ کی رحمت صرف جن وانس کیلئے نہیں بلکہ کائنات میں موجود ذرہ ذرہ کیلئے باعثِ رحمت ہے۔ چنانچہ بعض مواقع پر درخت کی شاخیں آپؐ کے سامنے تعظیماً جھکیں اور آپؐ پر سایہ کیا۔ حدیث ذیل میں موجود ہے۔''عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: «خَرَجَ أَبُو طَالِبٍ ---حَتَّى جَاءَ فَأَخَذَ بِيَدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ[29]''۔

حدیث کی روشنی میں بحیرا راہب نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ آپؐ کے نمودار ہوتے ہی درخت کی شاخیں جھک آئیں۔ چونکہ وہ نصرانی عالم تھے، انہیں معلوم تھا کہ ایسا صرف نبی کیلئے ہو سکتا ہے۔ چنانچہ انہوں نے بعد میں دوسری نشانی ''مہرِ نبوت'' دیکھ کر مزید تسلی کی۔ امام ترمذیؒ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔ یہ حدیث حسن غریب ہے جس کو ہم اس کے علاوہ کسی طریقہ سے نہیں جانتے۔ امام طبرانیؒ نے ابن ابی شیبہ وغیرھما سے عبد الرحمان کے طریق سے روایت کی ہے۔ امام حاکم نے اپنی کتاب مستدرک حاکم میں اس حدیث کے متعلق فرمایا ہے کہ یہ حدیث شیخین کی شرط پر صحیح ہے لیکن انھوں نے اسے نقل نہیں کیا۔ لہٰذا یہ حدیث ''حسن اور غریب'' ہے۔

۴۔ آپ ﷺ بعثت سے قبل جب قضائے حاجت کیلئے گھر سے دور تشریف لے جاتے تو راستے میں جس پتھر سے گزر ہوتا، وہ آپ ﷺ کو سلام کرتا۔ چنانچہ بعثت کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایک پتھر کو میں اب بھی جانتا ہوں جو مجھے قبل بعثت سلام کرتا تھا۔ حدیث درج ذیل ہے۔'' إِنِّي لَأَعْرِفُ حَجَرًا بِمَكَّةَ كَانَ يُسَلِّمُ عَلَيَّ قَبْلَ أَنْ أُبْعَثَ إِنِّي لَأَعْرِفُهُ الْآنَ[30]''۔

علماء نے اس میں پوری بحث فرمائی ہے۔ کیونکہ شعوری ہونے کے نتیجے میں یہ پتھر مومن متصور ہوگا وگرنہ نہیں، البتہ اتنی بات ضروری ہے کہ جمادات بھی تکلم کرتے ہیں، جس کیلئے روح اور آواز ہونا بھی کوئی ضروری نہیں۔ یہاں چونکہ طوالت کی گنجائش نہیں اس لئے اختصار سے کام لیا گیا ہے۔ صدر الدین، اَبو المعالیؒ فرماتے ہیں۔ امام مسلمؒ اور

امام ترمذیؒ دونوں نے کتاب المناقب میں جابرؓ سے یہ حدیث نقل کی ہے، جبکہ امام بخاریؒ نے نقل نہیں کی۔ امام مسلم نے اسے مرفوعاً نقل کی ہے، اور ترمذیؒ نے اسے حسن اور غریب کہا ہے[31]۔ لہٰذا یہ حدیث درجہ حسن میں ہے۔

آپ ﷺ کو اللہ نے کچھ ایسے معجزات بھی عطاء فرمائے تھے، کہ جس آدمی نے جب مطالبہ کیا، اسی وقت پورا کر دیا گیا۔ اس سے یہ پتہ چلا کہ معاذاللہ یہ کوئی سحر وجادو وغیرہ نہیں تھا، کیونکہ وہ پیشگی منصوبہ بندی کا نتیجہ ہوتا ہے، جبکہ یہاں تو خود سائل کے سوال کا حل پیش کیا جاتا ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ایک واقعہ ذیل میں ہے۔

۵۔ ''عن ابن عباس قال: جَاءَ أَعْرَابِيٌّ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ بِمَ أَعْرِفُ أَنَّكَ نَبِيٌّ؟ --- «ارْجِعْ فَعَادَ»، فَأَسْلَمَ الأَعْرَابِيّ[32] ''۔

اس حدیث میں یہ سب کچھ ہوا جس کی وجہ سے وہ دیہاتی مطمئن ہو کر مشرف با اسلام ہوا۔ صدر الدین، اَبو المعالیؒ فرماتے ہیں۔ امام ترمذیؒ نے کتاب المناقب میں ابن عباسؓ کے طریق سے نقل کی ہے۔ اور اسے ''حسن غریب صحیح'' قرار دیا ہے۔ حاکمؒ نے اپنے متدرک میں ''کتاب التاریخ'' میں نقل کی ہے، اور فرمایا ہے (صحیح علیٰ شرط مسلم) جبکہ علامہ ذہبی نے اس کی تائید فرمائی ہے[33]۔

محدثین کرام کی درج بالا تعدیل سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے اور اس کے سلسلہ سند میں کسی راوی پر کوئی کلام نہیں۔

آپ ﷺ اپنے خاندان، حسب نسب اور قوم وقبیلہ میں سب سے بڑھ کر تھے، اللہ نے آپ کو پوری انسانیت میں سے درجہ بدرجہ منتخب فرمایا ہے۔ چنانچہ حدیث ذیل میں ہے۔

٦۔ ''عَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الأَسْقَعِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَى مِنْ وَلَدِ إِبْرَاهِيمَ، إِسْمَاعِيلَ، --- بَنِي هَاشِمٍ[34]''۔ یعنی اللہ پاک نے آپ ﷺ کے جد امجد، ابو الانبیاء ابراہیم علیہ السلام کو پھر درجہ بدرجہ سب کو خود چنا۔ لہٰذا آپ ﷺ پوری بنی ہاشم میں افضل، بنو ہاشم پورے قریش میں، قریش پورے بنو کنانہ میں، بنو کنانہ پوری اولاد اسماعیل میں، اسماعیل پوری اولاد ابراہیم میں افضل ہے۔ اور علیٰ ھذا القیاس آدم علیہ السلام تک۔ علامہ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں۔ کو اس حدیث امام مسلمؒ نے ''باب فضائل النبی ﷺ میں ولید بن مسلم سے جبکہ امام ترمذیؒ نے کتاب المناقب میں محمد بن مصعبؒ سے نقل کی ہے۔ اور آگے ان دونوں نے امام اوزاعیؒ سے یہ حدیث نقل کی ہے۔ امام ترمذیؒ نے اسے '' حسن صحیح اور غریب '' کہا ہے[35]۔ ابن حجرؒ فرماتے ہیں۔ ''اس حدیث کو امام مسلمؒ نے باب فضل النبی ﷺ میں، امام بخاریؒ نے التاریخ الصغیر میں، امام ترمذیؒ نے باب فضل النبی ﷺ میں نقل فرمائی ہے۔ ان کے علاوہ امام احمدؒ، ابو یعلیؒ، بیہقیؒ نے دلائل النبوۃ میں، خطیب بغدادیؒ نے تاریخ بغداد میں اور

امام بغویؒ نے شرح السنۃ میں نقل کی ہے۔ہماری تحقیق کے مطابق ان سب نے ابو عمار واثلۃ بن الاسقعؓ سے مرفوعا نقل کی ہے۔امام ترمذیؒ نے اسے "حدیث حسن صحیح" کہاہے[36]۔"

اسی طرح تھوڑی سی چیز کا آپ ﷺ کے بابرکت ہاتھوں سے زیادہ ہو جانا ایک معمول تھا۔چنانچہ ایسی ہی ایک حدیث ذیل میں پائی جاتی ہے۔ ''حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ، أَنَّهُمْ كَانُوا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَسِيرٍ، فَأَدْلَجُوا لَيْلَتَهُمْ--- وَصَلَّى بِنَا الغَدَاةَ---- [37]الخ'' محمد فواد بن عبد الباقی نے یہ حدیث اپنی مشہور کتاب" اللؤلؤ والمرجان فيما اتفق عليه الشيخان'' میں ذکر کی ہے۔جو بجائے خود اس بات کی دلیل ہے کہ یہ اتفاق الشیخین والی احادیث کے معیار پر پورا اترتی ہے،جس کے سات درجات ہیں۔

۱۔جسے بخاری و مسلم دونوں نے نقل کی ہو۔۲۔جسے صرف بخاری نے نقل کی ہو۔۳۔جسے صرف مسلم نے نقل کی ہو۔

۴۔جو دونوں کی شرط پر پوری ہو لیکن کسی نے اسے نقل نہ کی ہو۔۵۔جو بخاری کی شرط پر ہو لیکن اس نے نقل نہ کی ہو۔

۶۔جو مسلم کی شرط پر ہو لیکن اسے نقل نہ کی ہو۔۷۔جو ان دونوں کی شرط پر پوری نہ ہو لیکن کسی غیر کے ہاں صحیح ہو۔

ان درجات کو ذکر کرنے کے بعد فواد عبد الباقیؒ فرماتے ہیں "اے قاری میں نے اس کتاب میں وہ احادیث جمع کی ہیں جو صحت کے درجات میں سے اعلیٰ درجے پر ہیں،لہٰذا آپ ان کے محفوظ ہونے میں شک نہ کریں،بلکہ اس سے استفادہ کرنے میں کوئی کسر مت چھوڑیں[38]۔''عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: عَطِشَ النَّاسُ يَوْمَ الحُدَيْبِيَةِ --- فَجَهِشَ النَّاسُ نَحْوَهُ، فَقَالَ: «مَا لَكُمْ؟» قَالُوا: لَيْسَ---- الخ)امام بخاریؒ نے یہ حدیث "باب علامات النبوۃ فی بدء الاسلام" کے تحت ذکر کی ہے.،چونکہ بخاری شریف میں مذکور حدیث پر کوئی کلام نہیں ،اسلئے یہ حدیث بھی صحیح ہے[39]۔

نتائج بحث

1- آپ ﷺ کی حدیث '' كنت نبيا وآدم بين الروح والجسد'' والی حدیث صحیح ہے جبکہ اسی کے ہم معنیٰ الفاظ''كنت نيا وآدم بين الماء والطين'' اس پر اضافہ ہے جسکی کوئی اصل نہیں۔

2- آپ ﷺ کی معجزات کی حقانیت کیلئے اتنی بات کافی ہے، کہ جس آدمی نے جب مطالبہ کیا، اسی وقت پورا کر دیا گیا۔ اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ معاذاللہ یہ کوئی سحر و جادو وغیرہ نہیں تھا، کیونکہ وہ پیشگی منصوبہ بندی کا نتیجہ ہوتا ہے اور یہ فی البدیہہ پیش آتے تھے۔

3۔ایک داعی کو عظیم خاندان سے ہونا چاہئے وگرنہ اس کا خاندانی پس منظر اس امر عظیم میں رکاوٹیں پیدا کرے گا۔ لوگوں کی انگلیاں اس کی قوم پر اٹھیں گی اور وہ کہیں گے کہ معاذاللہ ایک ادنیٰ قوم والا شخص اتنے عظیم کام کیلئے کیسے منتخب ہوا۔

4- سفر انسان کے تجربہ میں اضافہ کرتا ہے، اور عقل کو پختہ کرنے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ خود نبی اکرم ﷺ کے اسفارِ تجارت شاہد عدل ہیں۔ آج کے دور میں سفر کے بغیر تجارت وحصول علم ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔

5- برکت اللہ پاک کی طرف سے بہت بڑی نعمت ہے۔ برکت کا مفہوم یہ ہے کہ کم وسائل میں اللہ پاک کی رضا شامل ہونے کی بناء پر زیادہ ضروریات پوری ہو جائیں۔ اس وجہ سے اللہ پاک نے آپ ﷺ کی ذاتِ گرامی کی موجودگی کی بناء پر غیبی رزق کے دروازے کھولے۔ اور سب اس سے مستفید ہو گئے۔

6- اطاعت کی وجہ سے اللہ پاک انسانوں کے ساتھ جمادات کے دل میں بھی اپنے محبوب کی محبت ڈال دیتا ہے۔ کیونکہ مخلوقات کا دل اللہ پاک کے قبضہ میں ہے، وہ جس طرف پھیرنا چاہئے، پھر جاتا ہے۔

7- اسلام میں ایک اہم پیشہ تجارت ہے۔ یہ سنت نبوی ہونے کی وجہ سے مالداری کا بہترین ذریعہ ہے۔ آج بھی مشاہدہ ہے کہ جو لوگ تجارت کرتے ہیں، اللہ انہیں تھوڑے عرصہ میں غنی فرمادیتے ہیں۔

مصادر و مراجع

---

[1]۔ ابراہیم، 11

[2]۔ الانعام۔ 123

[3]۔ الزمخشری جار اللہ، أبو القاسم محمود بن عمرو بن أحمد، الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل، دار الکتاب العربی۔ بیروت، طبع سوم، ج2، ص: 1208

[4]۔ ابن أبی شیبہ، أبو بکر، عبد اللہ بن محمد بن إبراہیم بن عثمان بن خواستی العبسی، الکتاب المصنف فی الأحادیث والآثار، مکتبہ الرشد۔ الریاض، طبع7اول، حدیث 34553، ج7، ص329

[5]۔ الطبرانی، أبو القاسم، سلیمان بن أحمد بن أیوب بن مطیر اللخمي الشامي،، مسند الشامیین، مؤسسہ الرسالہ-بیروت، طبع اول 1405 - 1984ح 3662، ج4، ص34

[6]۔۔ مسلم بن الحجاج أبو الحسن القشیري النیسابوري، صحیح مسلم، دار إحیاء التراث العربي-بیروت، ح2277، ج۴، ص1782

[7]۔ الطبري، أبو جعفر، محمد بن جریر بن یزید بن کثیر بن غالب الآملي، جامع البیان في تأویل القرآن، مؤسسہ الرسالہ، طبع اول، 1420ھ- 2000 م -

[8]۔ الحلبی، ابو الفرج، سیرتِ حلبی، ج1، ص424

[9]۔ الاسراء، 44

[10]۔ الطبری، أبو جعفر، محمد بن جریر بن یزید بن کثیر بن غالب الآملي، جامع البیان في تأویل القرآن، مؤسسہ الرسالہ، طبع اول، 1420 ھ- - 2000 م

[11]۔ الترمذی، سنن الترمذی، ح3605، ج5، ص583، امام ترمذیؒ نے اس حدیث کو حدیثِ صحیح کہا ہے۔ البانی فرماتے ہیں اصطفاءِ اول کے علاوہ صحیح ہے۔

[12]۔ الزخرف، 31

[13]۔ الزخرف، 32

[14]۔ البغوی، محیی السنہ، أبو محمد الحسین بن مسعود بن محمد بن الفراء الشافعی معالم التنزیل في تفسیر القرآن = تفسیر البغوي، دار إحیاء التراث العربي-بیروت، 1420ھ، ج1، ص86

[15]۔ البقرۃ، 146

[16]۔ البخاری، صحیح بخاری، ح3868، ج5، ص29

[17]۔ البخاری، صحیح بخاری، ح1013، ج2، ص28

[18]۔ القمر، 1

[19]۔ محمد بن إسماعیل أبو عبد اللہ البخاری الجعفی، صحیح البخاری، دار طوق النجاۃ، طبع اول، 1422ھ، ح5376، ج2، ص193

[20]۔ القرطبي، الاستیعاب في معرفۃ الأصحاب، دار الجیل، بیروت، طبع اول، 1412ھ، ج1، ص219

[21]۔ ابن کثیر، ابو الفداء، عماد الدین، معجزاتِ سید الکونین، دار المطالعہ، طبع اول 2010، حاصل پور شہر، ضلع بھاولپور پاکستان، ج1، ص43

[22]۔ ابن أبي شیبہ، أبو بکر،، الکتاب المصنف فی الأحادیث والآثار، 1409ھ، ح36553، ج7، ص329

[23]۔ أبو العباس۔ شہاب الدین، أحمد بن أبي بکر بن إسماعیل بن سلیم بن قایماز بن عثمان البوصیری الکناني الشافعی إتحاف الخیرۃ المھرۃ بزوائد المسانید العشرۃ، دار الوطن للنشر، الریاض، طبع اول، 1420ھ- 1999 م، ح6310، ج7، ص8

[24]۔ السخاوی، شمس الدین، أبو الخیر محمد بن عبد الرحمن بن محمد المقاصد الحسنة في بیان کثیر من الأحادیث المشتہرہ علی الألسنہ، دار الکتاب العربي–بیروت، طبع اول،1405ھ – 1985م، ح 837، ج1، ص520

[25]۔ إسماعیل بن محمد العجلونی الجراحی، کشف الخفاء ومزیل الإلباس عما اشتہر من الأحادیث علی ألسنہ الناس، مکتبہ القدسی، حسام الدین القدسی–القاہرۃ، 1351ھ، ج2، ص129

[26]۔ الأصبہانی،، دلائل النبوۃ، ج1، ص42

[27]۔ أبو بکر بن أبي شیبہ، عبد اللہ بن محمد بن إبراہیم بن عثمان بن خواستي العبسي، الکتاب المصنف فی الأحادیث والآثار، مکتبہ الرشد–الریاض، طبع اول، 1409، ج6، ص317

[28]۔ الزرکلی، خیر الدین بن محمود بن محمد بن علي بن فارس، الاعلام، دار العلم للملایین، الطبعة: الخامسہ عشر - أیار / مایو2002م

[29]۔ مسلم ابن الحجاج، صحیح مسلم، ح227، ج4، ص1782

[30]۔ مسلم ابن الحجاج، صحیح مسلم، ح227،

[31]۔ صدر الدین، أبو المعالی، محمد بن إبراهیم بن إسحاق السلمی المُناوِی ثم القاهری، الشافعيّ، کَشْفُ المَنَاهِجِ وَالتَّنَاقِیحِ فِي تَخْرِیجِ أَحَادِیثِ المَصَابِیحِ، الدار العربیہ للموسوعات، بیروت–لبنان، طبع اول،1425ھ – 2004 م، ح4716، ج5، ص172

[32]۔ الترمذی، سنن الترمذی، ج5، ص3628

[33]۔ محیی السنہ، أبو محمد الحسین بن مسعود بن محمد بن الفراء البغوي الشافعي، مصابیح السنہ، دار المعرفۃ للطباعہ والنشر والتوزیع، بیروت–لبنان، طبع اول،1407ھ – 1987 م، ، ج6، ص120

[34]۔ محمد بن إسماعیل أبو عبد اللہ البخاری الجعفی، صحیح البخاری، دار طوق النجاۃ، طبع اول،1422ھ، ح5376، ج6، ص193

[35]۔ الماوردی، أبو الحسن علی بن محمد بن محمد بن حبیب البصري البغدادی، أعلام النبوۃ، دار ومکتبہ الہلال –بیروت، طبع اول- 1409ھ ج1، ص122

[36]۔ الترمذی۔ سنن الترمذی، ح1209۔ ج3 ص507

[37]۔ محمد فؤاد بن عبد الباقی بن صالح بن محمد، اللؤلؤ والمرجان فیما اتفق علیہ الشیخان، دار الحدیث، القاہرۃ، بتاریخ:1407ھ- 1986 م، ج1، ص132

[38]۔ محمد، اللؤلؤ والمرجان، ص136

[39]۔ علی بن سلطان محمد، أبو الحسن، نور الدین الملا الھروی القاری، مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، دار الفکر، بیروت–لبنان، طبع اول،1422ھ – 2002م